الصلوٰۃ

شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

صلوٰۃ العصر کے فضائل

الحمد للّٰہ الذی بتوفیقہٖ تتم الصالحات والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ الذی بجاھہٖ تقبل الطاعات وتمحی السیئات و علیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

اما بعد! اللہ تبارک وتعالیٰ نے نماز کی اہمیت وفضیلت کو اُجاگر کرنے کیلئے سورۂ بقرہ کے پندرھویں رکوع میں واضح فرمان نازل فرمایا:

حٰفظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ (بقرہ:۲۳۸)

پابندی کروسب نمازوں کی اور' خصوصاً' درمیانی نماز۔

نماز کی اہمیت

حضورِانور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے: الصلوٰۃ عماد الدین کہ نماز دین کا ستون ہے۔

(کنزالعمال، ج ۷ص ۲۸۴۔مطبوعہ مکتبہ التراث الاسلامی حلب)

اسلام نے عقائد کے بعد عبادات میں سے سب سے زیادہ اہم نماز کو ٹھہرایا ہے اور اس کی فرضیت و اہمیت کو بار بار قرآن شریف میں بیان کیا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں نماز کی ادائیگی کی تاکید سات سو جگہ آئی ہے۔اس میں عبودیت کی پوری شان بدرجہ اتم واکمل پائی جاتی ہے۔یعنی جس میں ہمارا دل، ہماری زبان، ہماری آنکھ، ہمارے کان اور ہمارے ہاتھ پاؤں وغیرہ اعضائے جسمانی اپنے اپنے طبعی فرائض کو اعتدال اور میانہ روی کے ساتھ بجالائیں اور ہمارے تمام ظاہری و باطنی قویٰ شریک عبادت ہوں چونکہ یہ شان عبودیت چاروں ارکان میں سے صرف نماز میں پائی جاتی ہے اسلئے نماز دین کا رکن اعظم ہے۔
عبادت کا منشاء جسم ودل کی صفائی اور اللہ تعالیٰ کا قرب وحضوری ہے اور اس 'منشاء' کو نماز ہی بدرجہ احسن واکمل پورا کرتی ہے اس سے قلبی سکون اور روحانی تقویت تو حاصل ہوتی ہی ہے علاوہ ازیں اس سے صفائی قلب، روح کی روشنی اور حواس کی یک سوئی بھی حاصل ہوتی ہے۔

نماز تمام عبادتوں کی اصل ہے اس لئے کہ وہ طہارت، استقبال قبلہ، ذکر وتسبیح ،تہلیل وشہادتین اور دُرود و دعا پر مشتمل ہے نماز عبادت صوم کی بھی حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے وہ اس طرح کہ صوم سے مراد ہے خواہشاتِ نفسانی کو روک لینا اور یہ بات بہ نسبت صوم نماز میں زیادہ حاصل ہوتی ہے۔نماز کی روح یہ ہے کہ قلب وروح اور تمام اعضاء کو منہیات سے روک کر اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کردیا جائے اگر سچ پوچھو تو عبادت صوم میں یہ معنی متحقق نہیں ہوتے اور نماز میں کسی نہ کسی حد تک ضرور متحقق ہوجاتے ہیں۔

نیز زکوٰۃ کے معنوں میں بھی مشتمل ہے کیونکہ برائے سترِ عورت و تحصیل آلات طہارت مال کا خرچ کرنا اس میں واجب ہے۔ پھر نماز کے وقت کو منافع سے خالی رکھنا ایسا ہے جیسے مال کو مصارف الٰہی میں خرچ کرنا۔ اسی طرح نماز حج کے معنوں پر مشتمل ہے چونکہ اس میں ارکانِ حج کی شان نمایاں ہے۔ چنانچہ تکبیر تحریمہ بجائے احرام، استقبال قبلہ مانند طواف، قیام بصورت وقوف عرفات اور رکوع و سجود و دیگر حرکات و سکنات مثل سعی صفا و مروہ ہیں۔ الغرض نماز ایک ایسی جامع عبادت ہے جو تمام عبادات کا مغز اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان الصلوٰۃ معراج المؤمنین کے مطابق نماز مومنوں کی معراج ہے۔ (ترمذی شریف)

جہاں پانچوں فرض نمازوں کی شان بڑی ارفع و اعلیٰ ہے وہاں نمازِ عصر ایک منفرد اہمیت کی حامل ہے۔

نمازِ عصر کی فضیلت

نمازِ عصر جس کو قرآنِ پاک میں صلوٰۃ الوسطیٰ کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اس کے بارے میں راجح قول یہی ہے کہ اس صلوٰۃ الوسطیٰ سے مراد صلوٰۃ العصر ہی ہے۔ حضرت سیّدنا علی، ابن مسعود و سیّدہ عائشہ وغیرہم رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی مسلک ہے چونکہ اس کی تائید مختلف رِوایات سے ہوتی ہے۔

غزوۂ خندق میں عصر کی نماز قضا ہوگئی تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کفار کی قبروں کو آگ سے بھر دے انہوں نے ہمیں درمیانی نماز پڑھنے سے مصروف رکھا۔

عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یوم الاحزاب شغلونا عن الصلوٰۃ الوسطیٰ صلوٰۃ العصر ملاء اللّٰہ قلوبھم و بیوتھم نارا ثم صلاھا بین العشائین المغرب والعشاء (مسند احمد، ج ۱ ص ۸۱، ۸۲)

کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب کے موقع پر فرمایا کفار نے ہمیں صلوٰۃ العصر کی ادائیگی سے مصروف رکھا اللہ تعالیٰ ان کے دلوں اور گھروں کو آگ سے بھر دے پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مغرب و عشاء کے درمیان یہ نماز ادا فرمائی۔

اس روایت سے نمازِ عصر کی اہمیت واضح ہوتی ہے کہ کفار کے سبب اس نماز کے قضا ہونے کی وجہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے حق میں کتنی وعید فرمائی۔

دوسری روایت جس سے صلوٰۃ العصر کی فضیلت واضح ہوتی ہے۔

عن بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم من ترک صلوٰۃ العصر فقد حبط عملہ (بخاری شریف، ج ا ص ۷۸۔وزارۃ التعلیم اسلام آباد)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے عصر کی نماز ترک کی اس کے اعمال ضائع ہو گئے اور وہ شخص دین کے اعتبار سے ایسا مفلس ہوگا کہ اس کا سارا مال اور اہل وعیال لوٹ لئے گئے۔

صلوٰۃ العصر کی فضیلت میں تیسری روایت:۔

عن بریدۃ بن الحصیب عن النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم قال بکروا الصلوٰۃ یوم الغیم فانہ من ترک الصلوٰۃ فقد حبط عملہ

(سنن ابن ماجہ، ص ۲۴۷۔وزارۃ التعلیم اسلام آباد)

اس روایت میں بھی بارش کے موسم میں نمازِ عصر کو ضائع ہونے سے بچانے کیلئے جلدی نمازِ عصر ادا کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

نمازِ عصر اور اس کی فضیلت کے بارے میں امام بیضاوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

فضلھا بکثرۃ اشتغال الناس فی وقتھا واجتماع الملآئکۃ (بیضاوی، ج ا ص ۵۳۶ دارالفکر)

کہ اس نماز کی فضیلت لوگوں کے اس کے وقت میں زیادہ مشغول ہونے اور ملائکہ کے اجتماع کی وجہ سے ہے۔

اس لئے ہم مسلمانوں پر فرض ہے کہ خصوصاً صلوٰۃ العصر کو اور اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے اصلی وقت میں ادا کریں۔

﴿ و باللّٰہ التوفیق ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ الحمد للّٰہ الذی من علی المؤمنین اذ بعث فیہم رسولًا والصلوٰۃ والسلام علیٰ ذاکر الرسول البشیر النذیر القاسم لعطآء اللّٰہ بالمؤمنین رؤف رحیم و علیٰ آلہ الابرار الاخیار وصحبہ النجبۃ الکرمۃ المہاجرین والانصار وعلی الذین جآء و من م بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین اٰمنوا ربنا انك رؤف رحیم۔

امابعد! عموماً دیکھا جارہا ہے کہ اوقاتِ نماز میں ہمارے حنفی حضرات تک تسامح سے کام لے رہے ہیں۔ حالانکہ نماز کی صحت و فرضیت وقت پر موقوف ہے۔ وقت سے پہلے نہ نماز فرض ہوتی ہے نہ صحیح۔ علی الخصوص عصر کی نماز کے بارے میں یہ بے پرواہی حد سے زیادہ بڑھی ہوئی نظر آتی ہے کہ ابھی عصر کا وقت داخل ہی نہیں ہونے پاتا کہ حنفی مساجد میں بھی اذانِ عصر کیا نمازِ عصر سے بھی فراغت حاصل کرلی جاتی ہے اور ہمارے ائمہ مساجد کو اس بات کا احساس تک نہیں ہوتا کہ جس نماز کی ادائیگی کے متعلق خصوصیت کے ساتھ احکم الحاکمین جل وعلاشانہ نے قرآن کریم میں تاکید فرمائی ہے۔ وہی نماز وقت سے پہلے ادا ہونے کی وجہ سے نمازیوں کی گردن پر باقی رہ گئی۔ کیونکہ جب عصر کا صحیح وقت آیا تو اس سے پہلے نمازِ عصر سے فارغ ہو چکے تھے۔ عامۃ المسلمین اوقاتِ صحیحہ سے عموماً ناواقف ہوتے ہیں۔ وہ بے چارے اذان سن کر آتے ہیں اور امام کیساتھ نماز پڑھ کر اپنے ذہن میں فرض سے سبکدوش ہو کر چلے جاتے ہیں۔ (الا بلا برگرن ملا)

غیر مقلدین کی اذانیں سن کر حنفی حضرات بھی اسی ڈگر پر چلنے لگے اور یہ تکلیف گوارا نہ کی کہ اپنے مذہب کی تحقیق کرتے اور پھر اس وقت کی پابندی لازمی جانتے جو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مذہب ہے۔ مقلد اس وقت تک مقلد ہوسکتا ہے جبکہ اپنے امام کے مذہب کا اتباع کرے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے اسے توفیق اجتہاد عطا فرمائی ہے (جس کا اس زمانہ میں ہونا تقریباً ناممکنات میں سے ہے) تو اس کا عمل صحیح ہوسکتا ہے ورنہ سوائے تقلید کے کوئی چارہ کار نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نہ جاننے والوں کیلئے یہ حکم فرمایا ہے:

فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل:۴۳)

اگر تم کو خود علم نہ ہو تو ان سے دریافت کرو جو رات دن علمی تذکرے میں مصروف ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے نمازِ عصر کے وقت کے متعلق فقہ حنفی کی مستند کتابوں اور حاملین مذہب حنفی اور اکابرامت کی تصریحات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں جن سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ وقت عصر کے باب میں ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا اختیار کردہ مذہب یہ ہے کہ 'سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جانے کے بعد عصر کے وقت کی ابتداء ہوتی ہے اس سے پہلے نمازِ عصر جائز نہیں'۔ یہ جمہور حنفیہ کا مذہب ومسلک ہے۔ فقہ کی کتابوں میں بظاہر امام صاحب سے دو روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔ ایک یہ جو بیان کی گئی ہے کہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ دو مثل اور دو چند ہو جائے تو اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ جس کی تفصیل آگے آئیگی' اِن شاءَ اللہ تعالیٰ۔ دوسری یہ روایت کہ 'سایہ اصلی کے علاوہ ایک مثل کے بعد ظہر کا وقت ختم ہو جاتا ہے اور عصر شروع ہو جاتی ہے'۔ یہ بات سمجھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ ایک مجتہد کا ایک مرتبہ ایک اجتہاد ہو اور دوسری مرتبہ دوسرا لیکن یہ نہیں ممکن کہ وہ اپنے دونوں اجتہادوں میں سے کسی ایک کو راجح اور قوی سمجھ کر اختیار نہ کرے اور دوسرے قول کو مرجوح اور ضعیف قرار دیکر نہ چھوڑے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بعض مسائل میں دو دو قول مروی ہیں لیکن ان کا اختیار کردہ اور قوی قول ثابت ہو جائے کہ یہ ظاہر الروایۃ ہے تو وہی ان کا مذہب کہلائے گا اور ایک حنفی مقلد پر اسی کا اتباع لازم ہوگا۔ اگرچہ طبقہ ثانیہ کے علماء میں سے کسی نے دوسرا قول اختیار کیا ہو۔ جیسا کہ یہ مشہور ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو جلیل القدر شاگردوں (امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) کی طرف یہ منسوب ہے کہ انہوں نے دوسرا قول اختیار کیا ہے جو بیان ہو چکا ہے، مگر یہ حضرات اگرچہ مجتہد فی المذہب نہیں تھے، لیکن امام صاحب کے قولوں میں اجتہادی اہلیت ان کو حاصل تھی جس سے ہم کوسوں دور ہیں۔

ہمارے لئے روایات کو راجح و مرجوح قرار دینا رجما بالغیب کی حقیقت رکھتا ہے۔ ہمیں یہ حق نہیں پہنچتا کہ امام صاحب کے مذہب اور ان کے اختیار کردہ قول کو ترک کر کے بلا دلیل تقلید چھوڑ کر کسی دوسرے کی تقلید کی جائے۔ جیسا کہ اس امر کا ثبوت پیش کیا جائیگا۔ اب ہم مناسب ترتیب کے ساتھ ان کتابوں کے حوالہ جات نقل کرتے ہیں جن پر فقہ حنفی کا دار و مدار ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ جو شاہ عالمگیر کی سعی بلیغ پر اس دور کے تین صد جید علمائے کرام نے مل کر بالاتفاق تالیف فرمائی۔

﴿ترجمہ﴾

ظہر کا وقت زوال آفتاب سے شروع ہو کر اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ سوائے اصلی کے دو چند ہو جائے۔ اسی طرح کافی میں ہے اور یہی مذہب صحیح ہے۔ اسی طرح محیط السرخسی میں ہے اور ہر چیز کا سایہ اس کے اصلی سایہ سے مشرق کی طرف بڑھنے کا نام زوال ہے۔ اسی طرح کافی میں موجود ہے۔ زوال آفتاب معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ تم بالکل ایک سطح اور ہموار زمین میں ایک بالکل سیدھی لکڑی گاڑ دو تو اس کا سایہ جتنے گھٹاؤ اور کمی میں ہوتا چلا جائے گا تو اتنے تک آفتاب کے بلند ہونے کی نشانی ہے اور جب وہ سایہ گھٹتے گھٹتے ایسے نقطے پر پہنچ جائے کہ جس کے بعد اس سایہ کا بڑھاؤ شروع ہو تو معلوم ہوگا کہ اب آفتاب ڈھلنا شروع ہو گیا ہے۔ اس انتہائی گھٹاؤ کے نقطہ سے اس لکڑی کی طرف سیدھا خط کھینچا جائے۔ جب سایہ بالکل اس خط پر ہوگا تو اس سایہ کا نام ہے سایہ اصلی جس کی تفصیل آگے آنے والی ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس خط سے جب سایہ مشرق کی سمت میں بڑھنا شروع کرے گا اور بڑھتے بڑھتے دو مثل ہو جائے تو اس وقت امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہر کی نماز کا وقت نکل جاتا ہے۔ اسی طرح فتاویٰ قاضی خان میں ہے اور یہی طریقہ صحیح ہے اسی طرح ظہیریہ میں ہے علمائے اسلام فرماتے ہیں کہ احتیاط اس میں ہے کہ ایک مثل (یعنی سایہ اصلی کے علاوہ زوال کے بعد کا سایہ جب اس لکڑی کے برابر ہو جائے جس کو ایک مثل کہتے ہیں) سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی جائے اور جب سایہ اصلی کے علاوہ زوال آفتاب کے بعد اس لکڑی کا سایہ اس لکڑی سے دو چند یعنی دو مثل ہو جائے تو اس کے بعد عصر کی نماز پڑھے۔ تا کہ یقین کے ساتھ دونوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں میں پڑھی جائیں اور عصر کا وقت اس وقت شروع ہوتا ہے جب سایہ اصلی کے علاوہ اس لکڑی سے دوگنی مقدار میں اس لکڑی کا سایہ پہنچ جائے اور یہ غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ اسی طرح شرح مجمع میں ہے اور یہ وقت عصر غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ (فتاویٰ عالمگیریہ، ج ۱ ص ۵۱۔ مطبوعہ مکتب ماجدیہ کوئٹہ)

ترجمہ

فقہ کی معتبر ترین کتاب کنز الدقائق میں ہے کہ ظہر کا وقت زوال آفتاب سے لیکر اس وقت تک ہے کہ ہر چیز کا سایہ سوائے سایہ اصلی کے دو چند ہو جائے اور بحرالرائق میں ہے کہ نماز ظہر کے شروع میں تو سب کا اتفاق ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے کہ آفتاب کے ڈھلنے پر نماز کو قائم کرو۔ اس کے بعد علامہ زین صاحب البحر فرماتے ہیں کہ ظہر کے آخری وقت میں امام صاحب سے دو روایتیں ہیں۔ پہلی وہ روایت جو کنز میں موجود ہے کہ 'زوال آفتاب کے بعد ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ دو چند یعنی دو مثل ہو جانے تک ظہر کا وقت باقی رہتا ہے'۔ اور دوسری روایت حسن ابن زیاد بیان کرتے ہیں کہ جب ہر چیز کا سایہ اس کے سایہ اصلی کے علاوہ اس کے برابر (ایک مثل) ہو جائے تو یہاں تک ظہر کا وقت ہے اور یہ صاحبین کا قول ہے۔ (امام ابو یوسف و امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کا) اور پہلا امام صاحب کا قول اصل (یعنی مبسوط لامام محمد) میں موجود ہے۔ اور یہی صحیح ہے اور نہایۃ میں ہے کہ یہ امام صاحب سے ظاہر الروایۃ ہے اور غایۃ البیان میں ہے کہ امام صاحب نے اسی کو اختیار فرمایا ہے اور امام صاحب سے یہ مشہور ہے اور محیط شمس الائمہ میں ہے کہ امام صاحب کا قول ہی صحیح ہے۔ اور ینابیع میں ہے کہ امام صاحب سے صحیح طور پر یہی روایت ثابت ہوئی ہے اور علامہ قاسم صاحب تصحیح القدوری فرماتے ہیں کہ برہان الشریعہ نے اسی قول کو اختیار فرما کر اپنا مذہب قرار دیا ہے۔ علامہ نسفی صاحب الکنز علیہ الرحمۃ نے اسی روایت پر اعتماد کیا ہے اور صدر الشریعۃ نے ان کی موافقت کرتے ہوئے ان کی دلیل کو قوی قرار دیا ہے اور فتاویٰ غیاثیہ میں ہے کہ یہی قول معتبر اور مختار ہے اور شرح مجمع للعلامۃ النسفی میں ہے کہ امام صاحب کا مذہب یہی ہے اور تمام اصحاب متون نے اسی کو اختیار کیا ہے اور تمام شراح متون نے اسی قول کو پسند فرمایا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہی مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے اور علامہ طحطاوی کا یہ قول کہ ہم صاحبین کے قول کو لیتے ہیں یہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ یہ امام صاحب کا مذہب ہے اور وہ جو سکری نے فیض میں ذکر کیا ہے کہ عصر اور عشاء کے متعلق صاحبین کے قول پر فتویٰ دیا جائے تو یہ فقط عشاء کے متعلق تسلیم کیا جا سکتا ہے نہ کہ ایک حنفی المذہب کو نماز عصر کے متعلق امام صاحب کے مذہب کے خلاف فتاویٰ دیا جائے۔ جیسا کہ ہم عنقریب ثابت کرنے والے ہیں۔ صاحبین کی دلیل پہلے دن جبریل علیہ السلام کی امامت ہے کہ انہوں نے عصر کی نماز دوسری مثل میں پڑھائی اور حضرت امام صاحب کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ لوگو تم ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھو کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کی لو لپٹ سے ہے اور عرب کے ملک میں گرمی کی شدت پہلی مثل میں ہی ہوتی ہے اور جب دو روایتیں مخالف آ گئیں تو شک پیدا ہو جانے سے ظہر کا وقت نہیں گزرے گا اور شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ظہر کو پہلی مثل گزرنے تک مؤخر نہ کیا جائے اور عصر کو اس وقت تک نہ پڑھا جائے جب تک کہ ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ دو مثل یعنی دو چند نہ ہو جائے۔ احتیاط اسی میں ہے تاکہ آدمی دونوں نمازوں کو اپنے وقتوں میں جو اجماعی طور پر ثابت ہوئی ہیں ادا کر سکے۔ اسی طرح سراج میں ہے۔ (البحر الرائق، ص ۲۴۵۔ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت)

ہم نے اب تک کتب فقہ کی جو تصریحات پیش کی ہیں ان سے نتائج ذیل مستنبط ہوتے ہیں:۔

۱......فتاویٰ عالمگیری جو عرب وعجم میں مستند ومعتبر ترین کتاب ہے۔ اس میں صرف امام صاحب کے قول اور آپ کے مذہب و مسلک ہی کا ذکر ہے صاحبین کے قول کا ذکر تک نہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ ائمہ احناف کے نزدیک وقتِ عصر اور وقتِ ظہر وہی مسلم ہے جو امام صاحب کا مذہب ہے۔

۲......امام صاحب کے قول اور آپ کے مذہب ہی کو ظاہر الروایۃ قرار دیا گیا ہے جو باقی تمام روایات کی ناسخ مسلم ہے جیسا کہ اس کی تصریح عنقریب آنے والی ہے' اِن شاءَ اللہ تعالیٰ۔

۳......تمام متون وشروح کا فیصلہ وہی ہے جو امام ہمام سے ظاہر الروایۃ ہو کر ثابت ہوا ہے۔

٤......صاحبین جن کی دلیل جبریل علیہ السلام کی امامت پیش کی گئی ہے جس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں قابل غور ہیں:۔

الف﴾ امامت جبریل والی روایت کے متعلق سب کا اتفاق ہے کہ نماز کے وقت کے متعلق تمام روایات سے پہلے بطور ابتدائی نقشہ تھی جس کے بعد اس کے مخالف آنے والی روایت اس کی ناسخ ہو سکتی ہے نہ کہ پہلی روایت پچھلی روایتوں کو منسوخ کر سکتی ہے۔

ب﴾ یہی روایت (امامت جبریل) دوسرے دن کے اوقات کے متعلق پہلے دن کے اقات کے مخالف ہے، کیونکہ دوسرے دن عصر کی نماز دوسری مثل گزر جانے کے بعد پڑھی گئی۔ اب دوسرے دن کی معارض روایت پہلے دن کی روایت کی ناسخ ہو سکتی ہے۔

اب یہ کہنا کہ دوسرے دن آخر وقت میں پڑھی گئی اور پہلے دن اوّل وقت میں پڑھی گئی تو یہ بات بھی عقل میں نہیں آسکتی، کیونکہ تمام علماء عصر کے آخری وقت کے بارے میں متفق ہیں کہ غروبِ آفتاب تک ہے۔ جیسا کہ دوسرے دن کی عشاء کی نماز ایک تہائی رات گزر جانے کے بعد ادا کی گئی۔ اگرچہ عشاء کا وقت صبح صادق تک سب کے نزدیک مسلم ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس دوسرے دن میں صبح کی نماز اس وقت پڑھی گئی کہ جب اچھی طرح روشنی ہو گئی تھی حالانکہ صبح کی نماز کا وقت طلوع آفتاب تک بلا کراہت مسلم ہے تو دوسرے دن کے اوقات کو آخری وقت قرار دینے کا قول سمجھ میں نہیں آسکتا۔

۵.....ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کی روایت جو کہ امامت جبریل کی روایت کے بعد ہے جس کا ناسخ ہونا قطعی ہے۔ اگر نسخ سے قطع نظر بھی کیا جائے تو ان دو روایتوں میں تعارض پیدا ہو جانے کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور تعارض سے کسی حکم میں شک کا پیدا ہو جانا یقینی ہے تو شک کے ساتھ ظہر کے وقت کے گزرنے اور عصر کے وقت داخل کے ہونے کا اصول شریعت کی بناء پر حکم نہیں لگایا جا سکتا۔ اذا تعارضا توقفا ہی پر عمل ہوگا یعنی کسی امر کے متعلق جب دو روایتیں متعارض آ جائیں اور پہلی اور پچھلی روایت کی تاریخ بھی معلوم نہ ہو تو کوئی حکم لگانا اس وقت تک موقوف رہتا ہے جب تک کوئی دوسری دلیل معلوم ہو سکے۔

٦.....امامت جبریل کی دونوں دنوں کی اوقات نماز میں یہ بات تو یقینی طور پر ثابت ہوئی کہ ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے سے لے کر ایک مثل تک باقی ہے اب کس وقت جا کر ختم ہوتا ہے۔ اس کے متعلق کسی قطعی اور یقینی دلیل کی ضرورت ہے۔ اس لئے اس کے آخری وقت کے متعلق امام صاحب کے مذہب کی ایک دوسری دلیل ہم پیش کرتے ہیں۔

﴿ ترجمہ ﴾

شمس الائمہ سرخسی فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس حدیث شریف کو اپنے مذہب کی دلیل میں پیش کیا ہے جو صحت اور شہرت کے لحاظ سے معروف اور مشہور ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کو فرمایا کہ تمہاری صورت حال اور تم سے پہلے دونوں اہل کتاب (یہود اور نصاریٰ) کی ایسی ہے جیسے کسی شخص نے کہا کہ کون ہے جو فجر سے لے کر ظہر تک ایک روپیہ کے بدلے میں میری مزدوری کرے تو یہود نے مزدوری کی۔ پھر اسی شخص نے کہا کہ کون ظہر سے عصر تک میری مزدوری کرتا ہے کہ ایک روپیہ اُجرت لے تو نصاریٰ نے یہ مزدوری کی۔ پھر کہا کہ عصر سے مغرب تک کون ہے جو میری مزدوری کرے کہ دو روپے اجرت پائے تو تم مسلمانوں نے یہ مزدوری کی۔ تو یہود و نصاریٰ دونوں بگڑے اور لگے کہنے کہ کام تو ہم نے زیادہ دیر تک کیا اور اجرت ہم کو کم ملی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو اجرت تمہارے لئے مقرر کی گئی تھی۔ اس میں کیا میں نے کمی کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اس میں تو کمی نہیں آئی تو ربّ کریم نے فرمایا کہ یہ میرا فضل ہے جس کو چاہوں دوں۔ (المبسوط الشمس الائمہ، ج ا ص ۲۹۰۔ دار الکتب العلمیۃ بیروت) علامہ شمس الائمہ فرماتے ہیں، اس حدیث سے واضح ہوا مسلمانوں کا وقت عمل یہود و نصاریٰ کے وقت عمل سے کم ہے۔ الخ (بخاری شریف، ج ا ص ۲۹۱۔ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ عصر کا وقت کم ہو۔ اب اگر عصر کے وقت کو ایک مثل گزرنے کے بعد ہی شروع مانا جائے تو کم کیا عصر کا وقت ظہر کے وقت سے زیادہ ہوگا۔ علی الخصوص گرمی کے دنوں میں اس کے متعلق بھی تفصیل آنے والی ہے۔

علامہ عینی شرح بخاری میں امام صاحب کی تائید میں اور دو حدیثیں لاتے ہیں۔ وہ بھی امام صاحب کے استدلال کا اہم جز ہیں۔

﴿ ترجمہ ﴾

امام بدرالشریعۃ عینی فرماتے ہیں کہ جب امام صاحب کا دعویٰ حدیث صحیح کی استدلال کے ساتھ ثابت ہوگیا تو پھر امام صاحب کو لوگوں کی مخالفت کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ امام صاحب کے قول کی تائید علی بن شیبان صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی کرتی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم مدینہ شریف میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز کو اتنے تک مؤخر فرماتے تھے کہ جب تک آفتاب سفید صاف واضح رہتا تھا۔ اس کو روایت کیا ابو داؤد اور ابن ماجہ نے۔ علامہ عینی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز کو ہر چیز کا سایہ دو مثل ہو جانے کے بعد پڑھتے تھے اور یہ امام صاحب کی دلیل آپ کے مخالفوں پر حجت ہے اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بھی امام صاحب کی دلیل ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمیں اس وقت عصر کی نماز پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ اس کے دو مثل (دو چند) ہو چکا تھا۔ اس کو ابن شیبہ نے روایت کیا ہے اور کہا کہ اس کی سند میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (عمدۃ القاری، ج ۴ ص ۱۷۹۔ مطبوعہ مصر)

ان تینوں حدیثوں کو غور سے پڑھنے کے بعد مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوتے ہیں:۔

☆ یہ حدیثیں امامت جبریل کے بعد کی ہیں۔ کیونکہ امامت جبریل اس فجر کو ہوئی جس کی رات معراج کی رات تھی جس رات کو نمازیں فرض ہوئی تھیں، یعنی نماز کے اوقات کے متعلق سب سے پہلا اور ابتدائی نقشہ ہے اور باقی تمام حدیثیں تاریخ کے لحاظ سے مؤخر ہیں اور صراحت کلمات کے لحاظ سے مؤخر ہیں کیونکہ مدینہ شریف کی تمام روایات ہجرت کے بعد ہی ہوسکتی ہیں اور امامت جبریل جو لیلۃ المعراج کی صبح ہوئی یہ واضح طور پر مکہ شریف میں قبل الہجرۃ ہے۔

☆ یہ کہ حدیث میں صاف کلمات طیبات صحابہ کے موجود ہیں کہ دو مثل گزر جانے کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عصر کی نماز پڑھایا کرتے تھے۔ امامت جبریل کے بعد عصر کی نماز کے متعلق کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہیں جو دوسری مثل کے اندر عصر کی نماز ثابت کرتی ہو۔

اب ہم فقہ کی مستند کتاب سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ جس روایت کو متون اختیار کریں اور شارحین متون بھی اس کو پسند کریں تو وہی مذہب حنفی ہے اور فتاویٰ بھی متون وشروح کے مطابق ہوں گے تو قابل حجت ہوسکتے ہیں۔ ورنہ متون وشروح کا فیصلہ ہی قابل ترجیح ولائق اعتماد ہوگا اور وہی ظاہر الروایہ کہلائیگا جو امام صاحب کی دوسری روایات کی ناسخ ہے اور یہ بھی ثابت کرتے ہیں کہ امام صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول جو ظاہر الروایہ ہے اس کے خلاف عمل کرنا یا کوئی حکم دینا ناجائز ہے۔ اگرچہ بعض لوگ یہ لکھ دیں کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ ایک حنفی مقلد کو اپنے امام کا قول ترک کرنا ہرگز جائز نہیں۔

ترجمہ

صاحب فتاویٰ خیریہ علامۃ العصر خیر الدین رملی جو علامہ شامی کے استاد ہیں فرماتے ہیں کہ صحیح مذہب اور مفتی بہ قول وہی ہے جس کو اصحاب متون نے اختیار کیا ہے۔ وہ متون جو مذہب ظاہر الروایہ لکھنے کیلئے بنائے گئے ہیں (پھر فرمایا) کہ یہ وہ مذہب ہے کہ جس کو چھوڑ کر کوئی دوسرا طریقہ اختیار نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس مذہب کے سوا جو روایات ہیں وہ ظاہر الروایہ سے خارج ہیں اور جو قول ظاہر الروایہ سے خارج ہو وہ متروک ہوتا ہے کیونکہ ائمہ اصول نے یہ اصول مقرر کئے ہیں کہ دو مختلف قول جو روایت کے لحاظ سے برابر ہوں۔ ایک مجتہد سے صادر ہونا ممکن نہیں اور یہ کہ جو قول متروک ہو چکا ہو وہ امام صاحب کا قول باقی نہیں رہتا۔ جیسا کہ ائمہ اصول نے اس بات کا ذکر کیا ہے اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ امام صاحب کا قول وہی ہو سکتا ہے۔ جس پر متون وارد ہوتے ہیں پس وہی قول قابل اعتماد اور لائق عمل ہے۔ اس لئے کہ ائمہ احناف نے یہ تصریح کی ہے کہ جب دو قول متون اور فتاویٰ میں متعارض و متخالف آجائیں تو قابل اعتماد وہ قول ہوگا جو متون میں ہے۔ اسی طرح ائمہ اصول نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ شروح متون فتاویٰ پر مقدم ہیں اور یہ بھی مقرر اور ثابت ہو چکا ہے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ظاہر الروایہ قول کے بغیر کوئی فتویٰ نہ دیا جائے اور نہ ہی امام صاحب کے قول سے روگردانی کر کے صاحبین کے قول کی طرف رجوع کرنا جائز ہے یا صاحبین میں سے کسی ایک صاحب کے قول یا ان دونوں کے بغیر کسی اور امام صاحب کے قول کی طرف رجوع کرنا جائز ہے ہاں کسی شدت ضرورت کے وقت جیسے مزارعت کے مسئلے میں ورنہ بہر صورت امام صاحب کے قول کو باقی تمام ائمہ کے قول پر ترجیح دی جائے۔ اگرچہ بعض علماء بعض مسئلوں میں یہ بھی کیوں نہ لکھ دیں کہ صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے، کیونکہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی صاحب مذہب ہیں اور امام مذہب بہر صورت و بہر حال مقدم ہے جو امام فرمائے اسی کی تصدیق کرو کیونکہ قول وہی قابل اعتماد ہے جو امام نے فرمایا ہے۔ آگے چل کر علامہ خیر الدین رملی فرماتے ہیں کہ بعض اصحاب متون کا یہ کہنا کہ یہ کام امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے تو یہ اس بات کا مقتضی نہیں کہ امام اعظم صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر امام ابو یوسف کے قول کو ترجیح دی جا رہی ہے، کیونکہ یہ تو ایک حکایت ہے جو امام ابو یوسف صاحب کے قول کو حکایۃً نقل کیا گیا ہے، نہ کہ مذہباً۔ (فتاویٰ خیریہ، ج ۲ ص ۳۳۔ مطبوعہ مصر)

اس مستند کتاب کی ان تصریحات سے یہ واضح ہو چکا ہے کہ حنفی مذہب کے معنی ہی یہی ہیں کہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کی جائے اور حنفی بننے کی شرط ہی یہی ہے کہ امام اعظم کے قول پر چلا جائے اور امام اعظم کا قول مختار وہی ہے جو ظاہر الروایہ کہلاتا ہے۔ اگر اس کے خلاف خود امام ہی سے کوئی دوسری روایت آئے تو وہ قابل عمل نہیں۔ غیر کا تو ذکر ہی کیا۔ قابل اعتماد اور لائق عمل صرف ظاہر الروایہ ہے۔

چند اور تصریحات بھی پیش کرتا ہوں۔ جن سے عصر کی نماز دو مثل گزر جانے کے بعد ہی شروع ہونے کے متعلق مراتب یقین کو تقویت ملتی ہے۔

﴿ ترجمہ ﴾

یعنی ظہر کا اختتام اس وقت تک ہے جب ہر چیز کا سایہ سوائے سایہ اصلی کے دوچند ہوجائے۔ یعنی لباب شرح قدوری میں ہے کہ امام صاحب کے نزدیک جب ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کے علاوہ دوچند ہوجائے تو ظہر کا وقت ختم ہوجاتا ہے اور سایہ اصلی وہ ہے جو زوال کے وقت ہوتا ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہی ظاہر الروایہ ہے۔ (عنایۃ) اور مبسوط امام محمد صاحب میں امام اعظم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہی روایت ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ ینابیع میں اور بدائع میں اور غایۃ اور منیہ میں اور محیط میں بالصراحۃ موجود ہے اور برہان الشریعۃ محبوبی نے اسی کو اختیار فرمایا اور اسی پر علامہ نسفی نے اپنے مذہب کی بنیاد رکھی اور صدر الشریعہ نے علامہ نسفی کی موافقت کرتے ہوئے اسی کی دلیل کو ترجیح دی اور غیاثیہ میں ہے کہ وہی مذہب مختار ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے اصحاب متون نے اور اسی کو شراح متون نے پسند فرمایا ہے اور معراج الدرایۃ میں اسی کی دلیل کو بہت مفصل بیان کیا ہے۔ پھر فرمایا کہ عبادات کے بارے میں احتیاط پر عمل کرنا اولیٰ ہوتا ہے۔ الخ (المیدانی مع الجوہرۃ النیرۃ، ص ۵۳۔ مطبوعہ میر کتب خانہ کراچی)

اسی طرح مراقی الفلاح شرح نور الایضاح اور اس کا حاشیہ طحطاوی میں تصریح موجود ہے کہ جمہور اہل مذہب حنفیہ نے بالاتفاق امام صاحب کی اسی روایت کو ظاہر الروایۃ قرار دے کر یہ تسلیم کیا ہے کہ مذہب حنفی یہی ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ جب دومثل ہوجائے تو اس وقت عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس فتح القدیر مطبوعہ مصر جلد اوّل صفحہ ۱۹۳ اور کفایۃ علی الہدایۃ مصری جلد اوّل صفحہ ۱۹۲ میں تصریحات موجود ہیں کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب یہی ہے اور تمام متون اور شروح کی تصریحات کی یہی ظاہر الروایۃ ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ ہر چیز کا سایہ دومثل (دوچند) ہوجانے کے بعد ہی وقت عصر شروع ہوجاتا ہے۔

اب فقہ حنفی کی اٹھائیس مستند کتب فقہ کے حوالے آپ کے پیش ہیں جن میں متون اور شروح اور فتاویٰ سب شامل ہیں۔

قدوری...... کنز...... منیہ...... ہدایہ...... کافی...... بدائع...... مبسوط...... عینی...... محیط...... فتح القدیر...... شرح المجمع......

جوہرہ نیرہ...... لباب للمیدانی...... مراقی الفلاح...... طحطاوی علی المراقی...... عنایۃ...... نہایۃ...... غایۃ البیان...... الینابیع......

تصحیح القدوری للعلامۃ القاسم...... فتاویٰ قاضی خان...... فتاویٰ ظہیریہ...... فتاویٰ خیریہ...... فتاویٰ عالمگیر...... فتاویٰ غیاثیہ......

فتاویٰ علی الہدایۃ...... معراج الدرائیہ۔

ان تمام کتابوں میں یہی تصریحات موجود ہیں کہ ہر چیز کا سایہ اصلی کے علاوہ جب دو مثل (دو چند) ہو جائے تو اس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے اور یہ کہ یہی ظاہر الروایۃ ہے اور یہ کہ یہی امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے اور یہ کہ امام اعظم کے مذہب کو چھوڑنا اور کسی اور قول کا اتباع کرنا کسی حنفی مقلد کیلئے ہرگز جائز نہیں، کیونکہ ایک حنفی کا مذہب وہی ہو سکتا ہے جو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مذہب ہو۔ نیز یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ امام صاحب سے کہیں بھی ایک مثل والی روایت میں یہ لفظ نہیں آئے کہ عند ابی حنیفہ یا بہا اخذ ابوحنیفہ یعنی امام صاحب کے نزدیک یہ ہے کہ ایک مثل کے بعد عصر شروع ہو جاتی ہے یا امام صاحب کا یہ مذہب ہے بلکہ بہا اخذ یا عند ابی حنیفہ یا اس معنی کے الفاظ وقت عصر کے متعلق جب بھی آتے ہیں تو دو مثل (دو چند) کے بعد عصر شروع ہونے کے متعلق ہی آتے ہیں۔

غور کیجئے کہ صرف قول یا روایت کی نقل ایک حکایت پر بھی بولی جاتی ہے اگرچہ وہ روایت یا وہ قول منسوخ اور مرجوع عنہ اور خود امام کا متروک ہی کیوں نہ ہو بخلاف کلمات بہا اخذ یا عند ابی حنیفہ کیونکہ یہ صاف مذہب پر دلالت کرتے ہیں۔

بھائیو! اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے:

حٰفظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ (بقرہ:۲۳۸)

نمازوں کی پوری حفاظت کرو یعنی ان کو ان کے وقت میں ادا کرو۔ خاص کر نماز وسطیٰ کو۔

صلوٰۃ وسطیٰ امام اعظم کے نزدیک نمازِ عصر ہے اور امام صاحب کے پاس اس باب میں اتنی قوی دلیل حدیث سے ہے کہ صاحبین بھی اس میں کوئی اختلاف نہیں کرتے۔ نمازوں کو اپنے وقت میں ادا نہ کرنا خلاف حکم باری تعالیٰ ہوگا۔ پس اگر نمازِ عصر جس کیلئے زیادہ اہتمام کا اس آیۂ پاک میں ایماء فرمایا گیا ہے بالکل قضا کر دی جائے تو جو حکم اس کا ہوگا وہی وقت سے پہلے ادا کرنے کا ہوگا۔ دو مثل کے بعد عصر کا وقت غروبِ آفتاب تک سب کے نزدیک مسلم ہے۔ دو مثل سے پہلے اگر ادا کی جائے تو وہ ان احادیث کی یقینی خلاف ورزی ہوگی جو امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مسند میں پیش فرماتے ہیں۔ احتیاط کا تقاضا جو دین و عبادت کے باب میں ضروری ہے یہی ہو سکتا ہے کہ عصر کے وقت کی ابتداء ہی دو مثل ہو جانے پر قرار دی جائے اور یہی امام اعظم کا مذہب ہے جو حضرات ظہر کا وقت ایک مثل پر ختم کرتے اور ایک مثل کے بعد ہی عصر کے وقت کی ابتداء مانتے ہیں۔ غور کیجئے کہ علاوہ اس کے کہ وہ ان حدیثوں کا خلاف کر رہے ہیں جن کو امام اعظم کی جانب سے پیش کیا جاتا ہے اور نمازِ عصر کے باب میں

خلاف احتیاط فیصلہ کرتے ہیں بلکہ اسکی شان اہمیت میں بھی فرق ڈال رہے ہیں برخلاف مسلک امام ہمام کے کہ اس میں ہر چیز کی پوری پوری رعایت ہے اور احتیاط وتقویٰ پورا پورا برتا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے مذہب حنفیہ کے تمام وہ علماء جن کے فضل وکمال پر تمام کتب حنفیہ شاہد ہیں۔ انہوں نے امام اعظم ہی کے قول کو ترجیح دی اور اختیار کیا جیسا کہ آپ مختلف کتب فقہ کی ان عبارتوں میں معلوم کر چکے ہیں جن کا ہم حوالہ جات کیساتھ اوپر تفصیل سے ذکر کر چکے ہیں۔ پس اُمید ہے کہ ہمارے حنفی بھائی اس باب میں آئندہ پوری احتیاط سے کام لیں گے اور کبھی ایسے وقت عصر کی اذان بھی نہ دیں گے کہ جب تک یقینی طور پر ہر چیز کا سایہ سوائے اصلی کے دو چند نہ ہو جائے، کیونکہ اذان بھی وقت سے پہلے لغو ہے، اگر دی جائے تو اس کا اعادہ وقت میں ضروری ہو جاتا ہے۔

﴿ هذا ما عندنا والعلم عند ربنا وهو العلام ﴾

ہم اپنا فرض ادا کر چکے اُمید ہے کہ ہمارے حنفی بھائی تو اس پر مضبوطی سے عمل پیرا ہوں گے اور دوسرے حضرات بھی اس نماز عصر کے بارے میں آئندہ احتیاط فی العبادات کو ملحوظ رکھیں گے۔

﴿ و باللہ التوفیق ﴾

اب عامۃ المسلمین کے فوائد کیلئے سایہ اصلی اور دومثل معلوم کرنے کا آسان ترین طریقہ لکھا جاتا ہے جس کو علمائے عرب وعجم نے بلا خلاف واختلاف صحیح قرار دیا ہے۔ علمائے ریاضی تسلیم کرتے ہیں۔ مشاہدہ اور تجربہ بھی اس امر پر شاہد ہے۔ فقہائے کرام کی تصریحات مذکورہ بالا سے یہ تو ثابت ہو چکا ہے کہ جب آفتاب طلوع کے بعد انتہائے بلندی کے نقطہ پر پہنچتا ہے۔ اس نقطہ کے بعد ڈھلنا شروع ہوجاتا ہے تو اس نقطہ پر پہنچنے کے وقت ہر چیز کا سایہ جو شمال کی طرف ہوتا ہے اس سایہ کا نام سایہ اصلی اور فئی الزوال ہے اور اس نقطہ سے جب آفتاب ڈھلنا شروع ہوجاتا ہے تو اس وقت ہر چیز کا سایہ مثل میں شمار ہونا شروع ہوتا ہے۔ جب ہر چیز کا سایہ اسقدر بڑھ جائے کہ وہ سایہ جس کا نام سایہ اصلی ہے اسکے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس چیز کے دومثل (دوچند) ہوجائے تو اس کو کہتے ہیں دومثل جس کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ مزید آسانی کیلئے آپ ایک ہموار اور مسطح زمین پر ایک دائرہ بنالیں بہتر ہے کہ کسی صاف مستوی السطح پتھر کو ایک جگہ پر لیبل کے ساتھ ہموار کر کے نصب کرلیں۔ پھر اس پر ایک دائرہ بنالیں جس کے قطر کی چوتھائی کی مقدار میں ایک لوہے یا تانبے کی میخ اس دائرہ کے بالکل مرکز میں سیدھی کھڑی کردیں۔ اب جس وقت آفتاب طلوع کرے گا تو اس میخ کا سایہ اس دائرہ سے باہر مغرب کی طرف ہوگا اور جوں جوں آفتاب بلند ہوجائے گا ساتھ ساتھ اس میخ کا سایہ کم ہوتا جائے گا۔ کم ہوتے ہوتے اس دائرے کے اندر داخل ہوگا۔ عین جس جگہ سے اس میخ کے باریک سرے کا سایہ اس دائرہ میں داخل ہو تو عین اسی نقطہ پر نشان لگادیں، پھر زوال کے بعد اسی میخ کا سایہ مشرق کی طرف میلان کرتا ہوا بڑھنا شروع کرے گا۔ یہاں تک کہ اس میخ کے سرے کا سایہ دائرہ کے جس نقطہ پر جاملے تو عین اسی نقطہ پر ایک دوسرا نشان لگالیں مگر شرط یہ ہے کہ داخلہ اور خارجہ کا نقطہ ایک ہی دن میں لگایا جائے گا۔ اب اس نقطہ داخلہ و خارجہ کے درمیان سیدھا خط شرقاً وغرباً کھینچا جائے تو ایک قوس (کمان) بن جائے گی۔ پھر اس پیدا شدہ قوس کو بالکل دوحصوں پر صحیح ایک ایسے خط کے ذریعے سے تقسیم کیا جائے جو دائرہ کی جانب سے شمال کی طرف سے کھینچا جائے اور مرکز کے ساتھ ملایا جائے تو اس خط کو خط نصف النہار کہتے ہیں جب اس میخ کا سایہ بالکل اس خط پر آئے گا تو یہ سایہ اصلی جس کے علاوہ دومثل ناپنا ہے۔

اور یہ سایہ اصلی ہر فصلی ماہ میں گھٹتا اور بڑھتا رہتا ہے۔ سردی کے موسم میں زیادہ ہوتا ہے اور گرمی کے موسم میں کم۔ مثلاً 14 جون سے 15 جولائی تک انتہائی کم ہوتا ہے اور 15 دسمبر سے 13 جنوری تک انتہائی زیادہ ہوتا ہے جس کی تفصیل عرض کی جائے گی۔

اب آپ فرض کریں کہ وہ میخ جو مرکز دائرہ میں بالکل سیدھی کھڑی کی گئی تھی اور قطر دائرہ کے چوتھائی مقدار میں تھی وہ سات انچ ہے تو 14 جون سے 15 جولائی تک اس سات انچ والی میخ کا سایہ جس وقت عین خط نصف النہار پر آئیگا تو اس کا سایہ ڈیڑھ انچ ہوگا۔ ان تواریخ میں اب ہم نے معلوم کرنا ہے کہ سایہ اصلی کے علاوہ دو مثل گزرنے کے وقت اس میخ کا سایہ کتنا ہوگا تو مذکورہ تواریخ میں پہلے اس سات انچ والی میخ کا سایہ ڈیڑھ انچ بحساب سایہ اصلی کے اور چودہ انچ بحساب دو مثلوں کے ناپنا ہوگا۔ کل ساڑھے پندرہ انچ سایہ جب اس میخ کا ہوجائے تو ہاڑھ کے مہینے میں یعنی 14 جون سے 15 جولائی تک کے دنوں میں عصر کا وقت شروع ہوجاتا ہے۔ اسی طرح 15 دسمبر سے 13 جنوری تک اس سات انچ والی میخ کا سایہ ساڑھے دس انچ ہوگا تو ان دنوں عصر اس وقت ہوگی جب ساڑھے دس انچ سایہ اصلی کے حساب سے اور چودہ انچ دو مثل کے حساب سے کل ساڑھے چوبیس انچ ہوگا۔ بہر صورت سایہ اصلی کی مقدار کو دو مثل کے ساتھ ملا کر عصر کے وقت شروع ہونے کا حکم دیا جائے گا۔

16 جولائی سے 15 اگست تک سایہ اصلی اڑھائی انچ ہوگا۔ 16 اگست سے 15 ستمبر تک ساڑھے تین انچ ہوگا اور 16 ستمبر سے 15 اکتوبر تک ساڑھے چار انچ اور 16 اکتوبر سے 14 نومبر تک ساڑھے چھ انچ اور 15 نومبر سے 14 دسمبر تک ساڑھے آٹھ انچ اور زیادہ سے زیادہ سایہ 15 دسمبر سے 13 جنوری تک وہی ساڑھے دس انچ کے بعد گھٹنا شروع ہوگا۔ 14 جنوری سے 11 فروری تک ساڑھے آٹھ انچ۔ 12 فروری سے 12 مارچ تک ساڑھے چھ انچ اور 13 مارچ سے 12 اپریل تک ساڑھے چار انچ اور 13 اپریل سے 13 مئی تک ساڑھے تین انچ اور 14 مئی سے 14 جون تک اڑھائی انچ اور پھر وہی 14 جون سے 15 جولائی تک ڈیڑھ انچ۔ اس سے زیادہ کم نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ وہ میخ بالکل سیدھی سات انچ کی مقدار میں سطح سے اوپر ہو۔ اسی سے آپ بارہ مہینوں کا سایہ اصلی معلوم کرکے اس کے ساتھ میخ کے دو مثل سایہ یعنی 14 انچ ملادیں اور سایہ اصلی کے ساتھ جمع کرکے دیکھیں اور عصر کا وقت معلوم کریں۔

یہ طریقہ تو تھا کہ آپ گھر میں کسی مسطح چبوترہ یا کسی صاف ہموار پتھر پر دائرہ کھینچیں اور اس کے درمیان مذکورہ مقدار میں ایک میخ قائم کریں اور مذکورۃ الصدر ترکیب کے ساتھ سایہ اصلی اور دو مثل معلوم کریں۔ گھر سے باہر سفر میں یا کسی ایسی جگہ پر کہ جہاں اس کا انتظام نہ ہو وہاں سات انچ تیلی کاٹیں اور ان دونوں کا سایہ اصل معلوم کرکے اسی کی مقدار کے مطابق ایک دوسری تیلی کاٹیں اور کسی صاف ہموار مسطح زمین پر وہ لکڑی عموداً پکڑ رکھیں اور اس لکڑی کا سایہ دیکھیں اور اس کے سایہ کے سرے پر نشان لگالیں۔ اسکے بعد سیدھا اسی سایہ کے خط پر سایہ اصلی والی لکڑی کو رکھیں اور پھر وہ سات انچ والی تیلی کو سایہ والی لکڑی کے آگے دو دفعہ ناپیں۔ اگر سایہ اس سایہ اصلی کی مقدار اور اس سات انچ والی لکڑی سے دو چند حصے زیادہ ہوگیا ہے تو عصر کی نماز جائز ہے۔ اگر کچھ بھی کم ہے تو ناجائز ہے۔ ہر انسان کا قد عموماً اپنے سات قدم ہوتا ہے تو ایک نہایت ہموار زمین پر آدھی سیدھا برہنا سر ہوکر

کھڑا ہو جائے اور اسی حساب کے مطابق سایہ اصلی اور دو مثل ہو سکتا ہے یعنی اس کا سایہ جہاں تک پہنچتا ہے وہاں کوئی نشان قائم کر لے اور پھر ایک قدم کے ساتھ دوسرا قدم ملا کر سیدھا سایہ پر قدم رکھنا شروع کر دے تو ہر موسم کا سایہ اصلی قدم کے لحاظ سے کاٹ کر اس کے آگے دو مثل قدموں کے لحاظ سے معلوم کر سکتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ مختلف علاقوں میں سایہ اصلی کم و بیش ہو سکتا ہے تو اس کو معلوم کرنے کیلئے صحیح ترین وہی دائرہ ہے جس کو دائرہ ہندیہ کہتے ہیں جو مذکور ہو چکا ہے، وہ جس علاقہ میں بھی بنایا جائے اس علاقہ کا سایہ اصلی صحیح طور پر ظاہر کرے گا، کیونکہ اس پر خط نصف النہار موجود ہے جس پر اس میخ کا سایہ روزانہ آ سکتا ہے اور اسی سایہ کا نام اس وقت سایہ اصلی اور فیئ الزوال ہے۔ علمائے دین نے آج کل کی گھڑیوں کے حساب سے بھی ہر موسم میں عصر کے وقت کا صحیح اندازہ بیان فرمایا ہے۔ بہارِ شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۷، ۱۸ پر اس کی تفصیل موجود ہے۔ فائدہ کے عنوان کے تحت مندرجہ ذیل عبارت ہے۔

اب بلاد میں وقت عصر کم از کم ایک گھنٹہ پینتیس منٹ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹہ چھ منٹ۔ اس کی تفصیل یہ ہے:۔

24 اکتوبر تحویل عقرب سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ چھتیس منٹ، پھر یکم نومبر سے 18 فروری یعنی پونے چار مہینے تک تقریباً ایک گھنٹہ پینتیس منٹ سال میں یہ سب سے چھوٹا وقت عصر ہے۔ ان بلاد میں عصر کا وقت کبھی اس سے کم نہیں ہوتا۔ پھر 19 فروری تحویل حوت سے ختم ماہ تک ایک گھنٹہ چھتیس منٹ پھر مارچ کے ہفتہ اوّل میں ایک گھنٹہ سینتیس منٹ، ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ، ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ چالیس منٹ۔ پھر اکیس مارچ تحویل حمل سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ پینتالیس منٹ، پھر اپریل کے ہفتہ اوّل میں ایک گھنٹہ تینتالیس منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ پینتالیس منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ اڑتالیس منٹ۔ پھر 21-20 اپریل تحویل ثور سے آخر ماہ تک ایک گھنٹہ پچاس منٹ۔ پھر مئی کے ہفتہ اوّل میں ایک گھنٹہ ترپن منٹ۔ ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ پچپن منٹ۔ ہفتہ سوم میں ایک گھنٹہ اٹھاون منٹ۔ پھر 23-22 مئی تحویل جوزہ سے آخر ماہ تک دو گھنٹے ایک منٹ۔ پھر جون کے پہلے ہفتے میں دو گھنٹے تین منٹ۔ ہفتہ دوم میں دو گھنٹے چار منٹ۔ ہفتہ سوم میں دو گھنٹے پانچ منٹ۔ پھر 22 جون تحویل سرطان سے آخر ماہ تک دو گھنٹے چھ منٹ۔ پھر ہفتہ اوّل جولائی میں دو گھنٹے پانچ منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں دو گھنٹے چار منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں دو گھنٹے دو منٹ۔ پھر 23 جولائی تحویل اسد کو دو گھنٹے ایک منٹ۔ اس کے بعد سے آخر ماہ تک دو گھنٹے۔ پھر اگست کے پہلے ہفتہ میں ایک گھنٹہ اٹھاون منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ پچپن منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ اکاون منٹ۔ پھر 24-23 اگست تحویل سنبلہ کو ایک گھنٹہ پچاس منٹ۔ پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹہ اڑتالیس منٹ۔ پھر ہفتہ اوّل ستمبر میں ایک گھنٹہ چھیالیس منٹ۔ دوسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ چوالیس منٹ۔ تیسرے ہفتہ میں ایک گھنٹہ بیالیس منٹ۔ پھر 24-23 ستمبر تحویل میزان میں ایک گھنٹہ اکتالیس منٹ۔ پھر اس کے بعد آخر ماہ تک ایک گھنٹہ چالیس منٹ۔ پھر ہفتہ اوّل اکتوبر میں ایک گھنٹہ انتالیس منٹ۔ ہفتہ دوم میں ایک گھنٹہ اڑتیس منٹ۔ ہفتہ سوم میں 23 اکتوبر تک ایک گھنٹہ سینتیس منٹ غروب آفتاب سے پیشتر شروع ہوتا ہے۔

(از افادات رضویہ)

یہ بھی واضح رہے کہ ہر موسم میں عصر کا وقت اگرچہ غروبِ آفتاب تک ہے مگر آخری پچیس منٹ میں نماز پڑھنا کراہت سے خالی نہیں۔ جیسا کہ طلوعِ آفتاب کے بعد پچیس منٹ تک کوئی نماز کراہت سے خالی نہیں۔ مثلاً آج کل یعنی پچیس چھبیس مارچ کو چار بج کر سینتالیس منٹ بحساب پاکستان سٹینڈرڈ ٹائم وِمثل مختتم ہوتے ہیں اور ظہر کا وقت ختم ہوتا ہے اور عصر کا وقت داخل ہوتا ہے تو اس وقت سے لے کر غروبِ آفتاب تک وقتِ عصر ہے، مگر غروبِ آفتاب سے پہلے پچیس منٹ وقتِ مکروہ ہے اور پچیس منٹ سے پہلے تمام وقت مستحب ہے۔ اسی طرح ہر شخص اپنے اپنے علاقہ میں روزانہ وقتِ عصر کی ابتداء مستحب وقت تک معلوم کرسکتا ہے اور وقتِ کراہت معلوم کرسکتا ہے۔

اللھم ربنا تقبل منا انك انت السمیع العلیم وتب علینا انك انت التواب الرحیم والحمد للہ ربّ العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہٖ ومحبوبہٖ سیدنا محمّد وآلہٖ واولیاء امتہٖ اجمعین و من تبعھم باحسان الیٰ یوم الدین۔

الراقم العاصی الراجی الیٰ رحمۃ ربہٖ بوسیلۃ حبیبہٖ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

محمد قمر الدین السیالوی غفرلہ

المرقوم ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۷۵ ہجری